آہ! ہماری امی جان

لختِ جگر حضرت مولانا محمد گل شیر شہید رحمتہ اللہ علیہ

مفتی ہارون مطیع اللہ

کسی شخصیت پر کچھ لکھنا شاید آسان ہو مگر والدین مرحومین اور بطور خاص ماں پر کچھ لکھنا بہت ہی دشوار ہے۔

ہماری والدہ مکرمہ (بیوہ مولانا عطاء اللہ کیمبلپوری قادریؒ) نے حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کے ہاں ۱۹۳۵ء میں آنکھ کھولی۔ مولانا محمد گل شیر شہید تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ جنھوں نے تحفظِ ختمِ نبوت اور مشنِ احرار کو چہار دانگ عالم میں پھیلا کر ۱۹۴۴ء میں شہادت کی صورت میں اپنی قیمتی جان اللہ کو پیش کر دی۔

مجلس احرار اسلام کے رہنما سائیں محمد حیات پسروریؒ، ملہووالی گاؤں ضلع اٹک میں جب تعزیت کے لیے تشریف لائے تو کئی روز تک گاؤں میں اُن کا قیام رہا۔ انھوں نے کئی مرتبہ اس کا تذکرہ فرمایا کہ میں جب بھی مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کی قبر پر فاتحہ کے لیے جاتا تو ایک معصوم بچی وہاں بیٹھ کر زار و قطار رو رہی ہوتی بالآخر انہوں نے ایک دن اُس بچی کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر رقت آمیز لہجے میں فرمایا:

> ''مت رو، میری بچی تیرا باپ اگر سونے کے مول بھی مل سکتا تو میں خود بک کر بھی اسے خرید لیتا، لیکن میری بیٹی قدرت کے آگے کس کی چلتی ہے؟''

سائیں محمد حیات پسروریؒ بچی کو دلاسہ دیتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور خود بھی رو پڑے۔ راقم الحروف نے بچپن میں امی جان سے بار ہا سنا کہ کاش میں مولانا شہیدؒ کا بیٹا ہوتی تو اُن کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلاتی۔ ہماری نانی جان نے بتایا کہ تمھارے نانا حضرت مولانا محمد گل شیر جب گھر تشریف لاتے تو تمھاری امی جو اُس وقت بالکل معصوم بچی تھی، اُن سے کہتی: ابا جان! آپ اللہ کے راستے میں نکل جائیں۔ یہ بات راقم کو نانی جان نے بتائی۔ جب ۱۹۵۱ء میں درویش صفت عالم دین مولانا عطاء اللہ مرحوم سے آپ کا عقد ہوا تو اپنے شوہر کو بھی یہی فرماتیں کہ آپ اللہ کے دین کے لیے نکلیں۔ پہلے پہل اللہ نے بچیوں سے نوازا تو انتہائی خودداری، پردہ داری کے ساتھ کھیتی باڑی اور کنوؤں سے پانی وغیرہ بھرنے کے لیے ہمہ وقت بچیوں کے ساتھ رہتیں۔ بعد ازاں اللہ نے چار بچوں سے نوازا تو اُن کو دین پڑھایا۔ تعلیم کے لیے گھر سے دور مدرسوں میں داخل کرایا۔ راقم الحروف ۷ سال کی عمر میں دینی مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا محلے کی

عورتوں اور جاننے والیوں نے رشتہ دار عورتوں نے کہا کہ آپ نے بچوں کو کیوں قصبے سے باہر مدرسوں میں داخل کرا دیا۔ جدائی کی گھڑیاں برداشت کر رہی ہیں تو فرماتیں کہ یہ میری جدائی آخرت کے لیے ہے۔

بچپن میں ہی ہم نے اکابر علمائے حق کا اُن سے تذکرہ سنا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حافظ الحدیث حضرت درخواستیؒ، حضرت لاہوریؒ، مجلس احرارِ اسلام، تبلیغی جماعت، جمعیت علماء اسلام سمیت شخصیات اور جماعتوں کا ہمہ وقت ہمارے سامنے تذکرہ فرماتی رہتیں۔ ہمارے والد مرحوم کے ذریعہ سے حضرت درخواستی کو گاؤں ''ملہو والی'' تشریف آوری کی دعوت دی۔ وہ تشریف لائے تو اُن کی خدمت میں کھدر کے کپڑے کا ایک تھیلا پیش کر دیا کہ اس پر دم کر دیں۔ والدہ مرحومہ نے اس تھیلے کو آخر وقت تک بطورِ بیت المال استعمال کیا، سب گھر والوں کو پتہ تھا کہ امی جان اس بیت المال سے ہمیشہ پیسے نکال کر استعمال فرماتی تھیں اور کبھی پیسہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد اس بیت المال کو ہم سب بہن بھائیوں نے برکت کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ مہمان نوازی آپ کا وصفِ خاص تھا۔ گاؤں کے اندر موجود دو عدد مدرسوں میں زیرِ تعلیم طلبہ برتن اور چھابی لے کر گھروں سے روٹیاں مانگ کر کھاتے اور اس طرح مدارس کا نظام چلتا، والدہ مکرمہ آنے والے طلبہ کو پہلے کھانا کھلاتیں اس کے بعد اجتماعی کھانے میں اپنا حصہ ملا کر انہیں بھیج دیتی۔

چند سال پہلے راقم اپنے ایک ہم جماعت مولانا شمس الحق مشتاق کے ہاں انگلینڈ کے شہر برمنگھم میں گیا تو انہوں نے مجھے پورے سفر کے دوران قیام اپنے ہاں کرنے کا کہا، راقم نے کچھ عذر پیش کیا تو کہنے لگے ۱۹۷۴ء میں ملہو والی گاؤں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمدؒ کے ہاں زیرِ تعلیم ہونے کے موقعہ پر ایک روز شدید بھوک کے عالم میں آپ کی والدہ مکرمہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جس میں سالن کے طور پر خالص دیسی گھی میں پڑی شکر اور تنور کی تازہ تازہ گرم روٹی کھائی تھی اور کہا کہ اتنے برسوں بعد آج بھی میں اس کا ذائقہ محسوس کر رہا ہوں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس قیام کریں تاکہ میں بھی کوئی خدمت کر سکوں۔

گھر میں ہمہ وقت کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے رکھا رہتا کہ جب بھی کوئی مہمان آئے تو اس کی ضیافت میں تاخیر نہ ہو۔ حتیٰ کہ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی کھانے کی چیزیں اپنی ماؤں سے نہ مانگتے بلکہ ہماری والدہ مکرمہ سے طلب کرتے۔

۱۹۷۷ء میں شدید بخار میں مبتلا تھیں۔ گاؤں میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی۔ اس تکلیف میں بھی ان کے لیے تنور پر روٹیاں پکائیں۔ جب تھک گئیں تو دعا کرتے ہوئے کہنے لگیں یا اللہ! اس چیز کو قبولیت کی صورت میں مجھے اپنے گھر بلا لے۔ بعض دفعہ زبان سے نکلی ہوئی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی سال مالک الملک نے حج کے لیے بلا لیا۔ مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے پکانے کے لیے بے تاب رہتیں، طلبائے کرام اور جماعتوں کے لیے ایک خاص قسم کا علاقائی ''مکھڈی حلوہ'' خصوصی طور پر پکا کر کھلاتیں جو کراچی مفیدہ سے جانے والی جماعتوں کے احباب نے تناول فرمایا اور وہ اس کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

راقم کی عمرے سال سے کچھ کم تھی۔ ہماری والدہ کے نانا ملک مظفرحسین ٹمن جونہایت سخی مزاج اور مہمان نواز تھے۔گاؤں میں ہمارے گھر تشریف لائے تو والدہ مکرمہ نے زبردست محبت سے کھانا پکا کرانہیں کھلایا،ہمیں فرمانے لگے تمھاری اماں کھانا تو محبت سے پکا کرکھلاتی ہے مگرتم لوگ دیکھنا چند دنوں میں تمہیں گھر سے مدرسوں کے لیے بھگادے گی۔ یہ کہہ کربابامظفرحسین آبدیدہ ہوگئے۔

راقم الحروف ۷سال کی عمر سے پردیسی ہوگیا۔بعض نہایت اہم رشتہ دار بزرگ خواتین نے اماں جان سے کہا کہ آپ کا بیٹاعیدین پرآپ کے ہاں گاؤں میں نہیں آتا۔ان کا خیال تھا کہ والدۂ مکرمہ کچھ غصے وغیرہ کا اظہارفرمائیں گی مگر وہ سن کرورطۂ حیرت میں پڑگئیں جب والدہ مکرمہ نے یہ جواب دیا کہ میرا بیٹا جب بھی میرے پاس آتا ہے میری عید ہوتی ہے۔عیدالفطر اور عیدِقربان تو دومرتبہ ہوتی ہے اور میرا بیٹا سال میں پانچ چھے مرتبہ آتا ہے لہٰذا میری پانچ چھے عیدیں ہوتی ہیں۔

اپنے بچوں کوحصولِ علم دین کے لیےگاؤں سے باہر کے مدارس میں داخلہ دلوادیا۔ہم لوگ مدرسے سے چند دنوں کی چھٹی پرآتے تو جیسے ہی رخصت مکمل ہونے کا وقت قریب ہوتا والدہ مکرمہ والد ماجد مرحوم کوکہتیں کہ بچوں کوجلد مدرسہ میں پہنچائیں۔ملک کے بہترین شفیق اساتذہ کی خدمت میں اور معیاری مدرسوں میں حضرت والدمرحوم نے حصولِ تعلیم کے لیے پہنچایااورگھر سے بروقت اورمکمل سفری تیاری بستر،خورونوش اوراپنے وقت وروایت کےحساب سے اشیاء سے لیس کرکے اماں جان نے گھر سے مدرسہ بھیجا۔

جب اپنے بچوں کودوسرے مختلف دینی مدارس میں داخلہ دلادیا تو گاؤں میں تعلیم کے لیےآنے والےطلبہ کی بالکل اپنے بچوں کی طرح خدمت فرماتیں،دینی طلبہ تو بلاشبہ نہایت ہی قابلِ قدر ہوتے ہیں،آپ کا مہمان نوازی کا وصف اتنا غالب تھا کہ اپنے سسرال کے بالکل ان پڑھ،گنوار اور سادہ قسم کے لوگوں کی بھی دروازے پرآنے کی صورت میں ایسی مہمان نوازی فرماتیں کہ آج وہ ان کی اداؤں کو یادکرکرکےآنسوؤں روتے ہیں اوران کے لیےخوب مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اتنی خاندانی اعتبار سے معزز خاتون نے اتنا طویل عرصہ کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔

راقم الحروف سمیت دیگر بھائیوں کے بارے جب مشورہ ہوتا کہ دورۂ حدیث کہاں کرایا جائے تو علماء واکابر سے محبت کی وجہ سے صرف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی یا جامعہ فاروقیہ کی رائے دیتیں چنانچہ راقم نے الحمدللہ جامعہ بنوری ٹاؤن سے سندِفراغت پائی اوردیگر بھائیوں نے جامعہ فاروقیہ سے۔

اپنی پانچوں بیٹیوں کی شادی صرف دینی رشتوں کی بنیاد پر برادری سے باہر کی۔۱۹۷۹ء میں راقم کی بڑی دو بہنوں کی شادی ہوئی تو ایک تو نکاح پڑھوانے کے لیے حضرت مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کی جانب سے گاؤں ملہووالی میں مذکورہ

شیخ الحدیث مولانا نور محمد کو ہی دعوت دلوائی، دوسرے میرے دو بہنوئیوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ میری بیٹیوں کو اگر آپ نے سونا کھلایا اور خدانخواستہ دین سے دور رکھا تو خوش نہیں ہوں گی اور اگر سوکھے ٹکڑے کھلائے مگر دین کو مقدم رکھا تو بے حد مسرور ہوں گی اور پھر آبدیدہ ہو کر اپنا پرانا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ اپنے بچوں کو خشک ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھلائے اور خود بھوکی رہی قریباً دو دن تک میں نے کچھ نہ کھایا مگر نہ کسی سے ذکر کیا اور نہ گاؤں میں موجود انتہائی کروفر سے زندگی گزارنے والے اکلوتے بھائی سے ذکر کیا۔ اس کے بعد اللہ نے آسانی فرمادی اور سخت عسرت والی زندگی سے نجات عطا فرمادی مگر اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہنا وہ تمھارے لیے ضرور در کھول دے گا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا واقعہ اس موقعے پر سنایا کہ وہ فرماتے ہیں میں نے دس سال تک اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، کھلنے میں دیر تو لگی لیکن جب اللہ نے دروازہ کھول دیا تو اب بند ہونے کا نام نہیں ہے۔ الحمدللہ

علماء سے محبت کی مثال ۲۰۰۶ء میں سامنے آئی، جب ہماری فیملی کے آخری فرد ہمارے چھوٹے بھائی حافظ قاری حاجی حماد اللہ کی شادی خانہ آبادی کا مرحلہ پیش آیا۔ ایک تو تاخیر سے ان کی شادی ہو رہی تھی دوسرے والدہ کی خواہش تھی کہ علمائے کرام کو بطورِ خاص مجلس احرارِ اسلام (جو ان کے والد کی جماعت ہے) کے سرکردہ حضرات کو دعوت دی جائے۔ راقم نے دیگر علماء کے علاوہ ابنِ امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری اور نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری صاحب کو دعوت دینے کا تذکرہ کیا تو بے انتہا خوش ہوئیں اگرچہ عین وقت پر ابنِ امیر شریعتؒ تو کسی وجہ سے تشریف نہ لاسکے مگر نواسۂ امیر شریعت کفیل شاہ جی کی قیادت میں ایک وفد کی آمد پر ان کی مسرت دیدنی تھی بطورِ خاص وقت نکال کر نواسۂ امیر شریعت سے پردے میں بات کی اور کئی ماہ تک ان کے آنے کا تذکرہ کر کے اظہارِ مسرت فرماتی رہیں۔ مجھے شاباش دی کہ آپ نے اُن کو دعوت دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اباجیؒ (حضرت مولانا گل شیر شہید) کی روح بھی خوش ہوئی ہو گی۔

زندگی میں کبھی جسمانی کام سے جی نہ چرایا جس وقت بھی صفائی ستھرائی کی ضرورت پڑی، کھانا پکانے کی ضرورت کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہ کیا خدانخواستہ ان سے اگر کبھی مہمانوں کی خدمت کا معاملہ مشورہ لیے بغیر سرانجام دیا گیا تو اللہ کی شان کھانا کم پڑ جاتا، ایک مرتبہ اپنے ایک بیٹے اور بہو کو کھانا کم ہونے کی وجہ سے سخت ناراض ہوئیں کہ مجھ سے مشورہ کر لیتے تو کبھی کھانا کم نہ ہوتا۔

ویسے تو پوری زندگی دین کے ہر معاملے کو زبردست مقدم رکھا مگر علاقائی طور پر ایک چیز بہت غلط رواج پا گئی ہے کہ لوگ اپنی زمینوں میں سے خاص طور پر اپنی لڑکیوں اور بہنوں کو حصہ نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کی شہادت کے بعد ہماری والدہ مکرمہ کو کچھ حصہ نہ دیا گیا مگر ہمارے ابا مرحوم کی طرف سے ہماری والدہ کو کافی زمین ملی۔ ورثے میں اُس جائیداد کو والدہ نے ابتداء میں میرے والد کی وفات (۱۹۹۹ء) کے بعد ۲۰۰۱ء ہر ایک میں حصہ تقسیم

کر دیا تھا۔ کچھ زمین کی پیمائش کا مرحلہ باقی تھا۔ جون ۲۰۱۲ء کے آغاز میں خود جا کر زمین کی پیمائش کرائی اور اپنی اولاد خاص طور پر اپنی پانچوں بیٹیوں میں تقسیم فرما دی۔ اُن کی زندگی کا یہ آخری عمل ایسا ہے کہ جو حضرات اپنی لڑکیوں کو زمین سے حصہ نہیں دیتے۔ اُن کے لیے عبرت ہے۔ ۱۹؍ جون ۲۰۱۲ء کو بیماری نے گھیر لیا۔ انتہائی مخلص ڈاکٹر حضرات کے مشورہ سے والدہ مکرمہ کو پمز ہسپتال اسلام آباد میں بغرضِ علاج داخل کرایا گیا۔ اسی روز راقم الحروف ناکارہ اور فیملی بھی کراچی سے اسلام آباد پہنچ گئے۔ اور اللہ نے بہن بھائیوں، بھانجے بھانجیوں کو خدمت کا موقع دیا۔ آپ کو شہادت کی موت کی بہت تمنا تھی۔ اللہ نے بھی ظاہری طور پر معنوی شہادت کے یہ اسباب پیدا فرمائے کہ گاؤں سے اسلام آباد لے جا کر علاج کے لیے داخل کرایا گیا اور کبھی کبھی جمعہ کے دن موت کی خواہش کرتیں۔ اللہ نے اُن کی دونوں تمنائیں پوری فرمائیں۔ مورخہ ۲۸؍ جون ۲۰۱۲ء جمعرات کو جیسے ہی مغرب کی اذانیں شروع ہوئیں۔ اللہ کے سامنے اللہ کے حکم سے حاضر ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وقت کی رابعہ بصریہ علماء، طلباء، مجاہدین، مساجد و مدارس اور ملک میں قیامِ امن کی ہمیشہ دعا فرمانے والی، عابدہ، زاہدہ خاتون سے ہم سب آج محروم ہوگئے۔ اولادِ حقیقی تو غمزدہ تھی مگر حضرت شہیدِ آزادی و ختم نبوت، شہیدِ احرار مولانا محمد گل شیرؒ بہت خوش ہیں کہ اُن کی لختِ جگر اُن کے مشن کو جان سے زیادہ عزیز رکھنے والی اُن کے پاس پہنچ گئی۔

حقیقی اولاد تو غمگین ہوتی ہی ہے مگر یقین کریں کہ راقم نے ایسی دادی نانی کا وصال نہیں دیکھا کہ نواسے، نواسیاں، پوتے، پوتیاں چارپائی اٹھتے وقت زار و قطار رو رہے تھے۔ گاؤں کے لوگ حیران تھے۔ گاؤں میں تاریخی نمازِ جنازہ کے بعد اللہ کی بندی کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد گل شیر شہید نور اللہ مرقدہٗ کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ نے سوگواروں میں پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے چھوڑے۔

ع ...... خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆